آصفیات

محمد بن قاسم

eMail: justujumedia@gmail.com

جب نومنتخب صدر پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس عام کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی اہم بین الاقوامی رہنماؤں سے ملاقات کی تو پاکستانی قوم یہ توقعات لگائے بیٹھی تھی کہ وہ اس موقع پر پاکستان اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کا مقدمہ مکمل سنجیدگی سے لڑیں گے، اور اس اہم اجلاس کے موقع پر اپنے خطاب سے بھی بقول شخصے سامعین پر چھا جائیں گے۔ تاہم افسوس کہ یہ امیدیں پوری نہ ہوسکیں۔ ان کی باتوں سے یہ محسوس ہوا کہ جناب صدر محترم ابھی تک اپنے ذاتی صدمات میں محصور، اور حادثاتی اڑان ہی بھر رہے ہیں۔

اڑان کے ذکر سے ہمیں یاد آیا کہ عربوں میں ایک لطیفہ خاصہ مقبول ہے۔ آپ کو بھی سنائے دیتے ہیں۔ ایک شخص ایک لائبریری میں داخل ہوا، جو شاید کسی سول ایوی ایشن کے دفتر کی، اور ائیرپورٹ کے قریب تھی۔ وہاں اس نے ادھر، اُدھر دیکھ کر ایک کتاب اٹھالی، جس کا عنوان تھا، جہاز کس طرح اڑائیں! وہ کتاب باتصویر، رنگین، اور قدم بقدم ہدایات سے مزین تھی۔ اس نے آؤ دیکھا، نہ تاؤ، اور چپکے سے وہ کتاب بغل میں دبائی اور ایک ہوائی جہاز میں سوار ہوگیا۔ اس کے کل پرزوں سے کچھ چھیڑ چھاڑ کی، کچھ کتابی ہدایات پر عمل کیا، خدا کا کرنا، وہ جہاز ہوا میں بلند ہوگیا۔ اور کسی نہ کسی طرح ڈولتا، ڈالتا، وہ اڑنے لگا۔ جلد ہی ان نئے نویلے پائلٹ صاحب کو زمین کی یاد ستانے لگی، اور انہوں نے کتاب میں جہاز اتارنے کی ہدایات تلاش کرنا شروع کردیں۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر تحریر تھا، مبارک ہو، اب آپ جہاز اڑانا سیکھ گئے۔ اب اسے اتارنے کے طریقوں کے بارے میں کتاب کا دوسرا حصہ ملاحظہ کریں۔

کہا جاتا ہے کہ جب روم میں ہو تو ویسا ہی کرو، جیسا کہ رومی کرتے ہیں، یعنی کہ جیسا دیس ویسا بھیس۔ اس مقولہ پر عمل کرتے ہوئے ہمارے کچھ پاکستانی بھائی (اور شاید کچھ بہنیں بھی) کھل کھیلتے ہیں، اور اسلامی اور پاکستانی اخلاقی اقدار کو پچھلی جیب یا پرس میں ڈال کر، ملحدانہ اور کافرانہ اقدار کو اپنا لیتے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ شراب نوشی، اور جنسِ مخالف سے دوستی کے وہ درجات ہیں جن پر فائز ہونا کچھ پاکستانیوں کے لیے باعثِ فخر ہوتا ہے۔ ساقی فاروقی کی پاپ بیتی، یا اختر ممونکا کی پیرس (چند) کلومیٹر، وغیرہ پڑھ ڈالیں، آپ کا دماغ روشن نہ ہوجائے تو کہیے گا۔ یقیناً ایسی کئی کتابیں اور بھی ہوں گی، جن میں اس قسم کے ناقابل فخر کارناموں کے تذکرے بھرے

پڑے ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلہ میں سچے پاکستانیوں کے سفرنامے بھی موجود ہیں، مثلاً فخر پاکستان، جناب جمیل الدین عالی صاحب کے، دنیا میرے آگے، تماشہ میرے آگے، جناب ابن انشاء مرحوم کا سفرنامہ چلتے ہو تو چین کو چلیے، وغیرہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے صدر محترم کا ایک امریکی حسینہ کے حسن و جمال کی تعریف کرنا، اور اس کے گلے پڑنے کی خواہش کا معصومانہ اظہار امریکی ثقافت کے لحاظ سے، اور ہماری اپنی ثقافت کے حساب سے کیسا رہا۔ پاکستانیوں کے لیے ہر مغربی خاتون، خاص طور پر سفید جلد دارن، خاصی دل کشی رکھتی ہے۔ جناب علی سفیان آفاقی نے اپنے کئی سفرناموں میں اس امر کا خاص تذکرہ کیا ہے کہ ان کے بقول، یورپ وغیرہ میں چپہ چپہ پر ایسی خوب صورت خواتین مل جاتی ہیں، جن کی پاکستان آمد پر بھاری سے بھاری پاکستانی فلمی ہیروئن ہلکی پڑ جائے۔ تاہم، اس بارے میں ہمارے استاد محترم، جناب مشتاق یوسفی صاحب کا بھی یہی کہنا ہے کہ برطانیہ وغیرہ میں بدصورت خواتین خال، خال ہی ہوتی ہیں، اور یہ پاکستانیوں کا ہی کارنامہ ہوتا ہے کہ وہ شادی بیاہ کے لیے انہیں ہی ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اب آپ خود ہی ملاحظہ کریں، محترمہ سارہ پیلن، اپنی نوجوانی میں اپنے علاقہ میں ملکہء حسن رہ چکی ہیں۔ وہ ایک بھرپور زندگی گزار چکی ہیں، پرمسرت شادی شدہ، پانچ بچوں کی ماں ہیں، اور اب بھی خاندانی مصروفیات کو ترجیح دیتی ہیں۔ خود ان کی ایک بیٹی اپنی قانونی بلوغیت حاصل کرنے سے پہلے ہی حاملہ ہو چکی ہے، اور اب اپنے اس دوست سے منگنی اور شادی کا منصوبہ بنا رہی ہے، جو اس معاملہ میں ذمہ دار ہے۔ 44 سالہ سارہ پیلن کا حسن نوجوانوں کے لیے تو شاید ماند پڑ چلا ہو، مگر آخر خاصے بوڑھے امریکی بھی تو ابھی تک زندہ ہیں، اور گر ان کے ہاتھوں میں جنبش نہیں تو کیا، ان کی آنکھوں میں تو دم ہے۔ اور وہی اپنے ووٹ ڈالنے ضرور جاتے ہیں، جب کہ نوجوان امریکی ضروری نہیں کہ اسی سطح تک اپنے ووٹوں کا استعمال کرتے ہوں۔ اسی طرح خاصے عمر رسیدہ پاکستانی بھی ہیں، جو کسی بھی چانس کے نہ ہوتے ہوئے بھی سارہ پیلن کی خوب صورتی سے آنکھیں سینکتے اور تیز کرتے ہیں، اور ان کی موجودگی میں مکمل فدوی کا روپ ڈھال لیتے ہیں۔ ان کے جمال کے سامنے زبانیں لڑکھڑا جاتی ہیں، اور الفاظ گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو آپ خود ہی سارہ پیلن کی تصاویر ملاحظہ کیجیے، اور پاکستانی صدر، اور پاکستانی وزیرہء اطلاعات کے بارے میں خبریں دیکھ، اور پڑھ لیں، وہ دونوں ہی سارہ پیلن کے حسن کی تاب نہ لا سکے، گویا کہ مرد تو مرد، عورتیں بھی ان پر مرمٹ رہی ہیں۔ چونکہ اب امریکی مرد اور خواتین خاصی تعداد میں جنس مخالف کے بجائے ہم جنسی کو اپنے لیے بہتر سمجھ رہے ہیں، کسی عورت کا بھی کسی دوسری عورت کے خدوخال کی تعریف کرنا وہاں ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر، حال ہی میں مشہور امریکی کامیڈین خاتون ایلین ڈی جنریس نے اپنی ایک ساتھی خاتون کے ساتھ شادی کر ڈالی ہے۔ اسی طور کئی مشہور امریکی مرد بھی اسی قسم کی یک جنسی شادی پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ تذکرہ ہم نے اس لیے کیا کہ، امریکی ثقافت کا موجودہ حال آپ کے سامنے تازہ ہو جائے۔ بہرحال، امریکی خواتین کتنی ہی آزاد خیال کیوں نہ ہوں، عام طور پر وہ بھی جنس مخالف سے سرعام گلے نہیں لگا کرتیں۔ آپ ہالی وڈ کی فلموں کے مناظر کا حوالہ نہ دیں، وہ بھی کچھ اسی قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ پاکستانی فلموں میں بلڈوزر نما ہیروئن کے کھیتوں میں غیر سنسر شدہ رقص، جن کے نتیجہ میں وہ زرعی زمینیں برسوں تک بنجر ہو جایا کرتی ہیں، جن میں یہ رقص فلمائے جاتے ہیں۔

امریکی صدر کا انتخاب لڑنے والے جان مکین، جو قدیم عظیم پارٹی، یعنی ری پبلیکن کے امیدوار ہیں، وہ بھی سارہ پیلن کو اپنی

انتخابی مہم کے دوران اکثر گلے لگا کر ان کی صلاحیتوں کی تعریف کرتے رہے۔ وہ خاصے عمر رسیدہ (لگ بھگ 74 برس کے) امریکی ہیں، تاہم ان کی اس حرکت سے دوسروں کو بھی ہلا شیری ملی ہے۔ اوران کے دل و دماغ میں بھی کچھ، کچھ ہونے لگا ہے۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ امریکہ میں دیگر مغربی ممالک کی طرح جنسی ہراسانی کے سخت قوانین موجود ہیں۔ دفاتر میں کسی بھی ساتھی خاتون کی خوب صورتی کی تعریف اس کی مرضی کے بغیر کر دینا ملازمت سے برخاستگی، اور جیل کی ہوا تک کھلا سکتا ہے۔ مگر سابق صدر بل کلنٹن کی وائٹ ہاؤس کے پردوں کے پیچھے بلیک حرکات نے انہیں خاصہ بے عزّت کیا، اور امریکیوں میں ان امور پر اس قدر کھل کر لے دے ہوئی کہ بچے بھی یہ سب جان کر بالغ نظر ہو گئے۔ اور زیادہ وقت نہیں گزرا کہ موجودہ امریکی صدر جارج بش نے یورپ میں ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر جرمن چانسلر خاتون کے کندھوں پر پیچھے سے آ کر اپنے ہاتھ جما دیے۔ اس حرکت کا جرمن چانسلر نے بہت برا مانا، اور وہ وہاں سے اٹھ کر چل دیں۔ امریکی میڈیا میں اب سارہ پیلن کے بارے میں یہ رائے بنتی جا رہی ہے کہ وہ قومی سطح کی رہنمائی اور بین الاقوامی تعاون و تعلقات کے لیے مطلوبہ علم و مطالعہ نہیں رکھتیں، اور مختلف اہم قومی امور، مثلاً حالیہ امریکی مالی بحران اور دہشت گردی کے خلاف جنگ پر ان کی فکر بہت سطحی سی ہے۔

موجودہ امریکی صدر جارج بش گول مول اور اپنے مطلب کے برعکس بول اٹھنے کے لیے مشہور ہیں۔ ان کی اس عادت کو بش ازم کا نام دیا گیا ہے، اور اس پر کتابیں بھی تحریر کی جا چکی ہیں۔ بلا سوچے سمجھے بولنے کی ایسی ہی عادت شاید پاکستانی صدر کو بھی پڑ رہی ہے۔ چنانچہ ان کی اس خصوصیت کو آصفیات کا نام دیا جا سکتا ہے۔ امریکی صدر جارج بش کی چند مہا دلچسپ گڈ مڈ کہاوتیں آپ کی خدمت میں ایک آزاد ترجمہ کے ساتھ پیش ہیں:

"Too many good docs are getting out of the business. Too many OB-GYNs aren't able to practice their love with women all across this country." —Sept. 6, 2004

اچھے ڈاکٹر ایک بڑی تعداد میں اپنا پیشہ ترک کر رہے ہیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ایسے ڈاکٹروں کی ہے جو بچوں کی پیدائش کے شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں، وہ عورتوں کے ساتھ اپنی محبت کی مشق ناز کرنے سے قاصر ہیں۔

"Our enemies are innovative and resourceful, and so are we. They never stop thinking about new ways to harm our country and our people, and neither do we." —Aug. 5, 2004

ہمارے دشمن جدت پسند، اور باوسیلہ ہیں، اور ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ وہ ہمارے ملک اور ہمارے عوام کو نقصان پہنچانے کے نت نئے طریقوں کے بارے میں ہمہ وقت غور و فکر کرتے رہتے ہیں، اور ہم بھی اسی جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں۔

"The ambassador and the general were briefing me on the — the vast majority

of Iraqis want to live in a peaceful, free world. And we will find these people and we will bring them to justice." —Oct. 27, 2003.

جناب سفیر اور جنرل مجھے اس بارے میں آگاہ کر رہے تھے۔۔عراقی عوام کی اکثریت ایک پرامن اور آزاد دنیا میں رہنا چاہتی ہے۔اور ہم اِن لوگوں کو ڈھونڈ نکالیں گے،اور عدالت کے کٹھرے میں کھڑا کردیں گے۔

"See, free nations are peaceful nations. Free nations don't attack each other. Free nations don't develop weapons of mass destruction." —Oct. 3, 2003

دیکھیں جی،آزاد قومیں پرامن ہوتی ہیں۔آزاد قومیں ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرتیں۔آزاد قومیں تباہی پھیلانے والے ہتھیار نہیں بنایا کرتیں۔

"There's no doubt in my mind that we should allow the world worst leaders to hold America hostage, to threaten our peace, to threaten our friends and allies with the world's worst weapons." — Sept. 5, 2002

مجھے اس بارے میں قطعی شبہ نہیں کہ ہمیں دنیا کے بدترین رہنماؤں کو اجازت دے دینی چاہیے کہ وہ امریکہ کو یرغمال بنالیں، ہمارے امن کو تباہ کردیں،اور ہمارے دوستوں اور حمایتیوں کو دنیا کے بدترین ہتھیاروں سے ڈرائیں،دھمکائیں۔

اگر یہ کہاوتیں آپ کے سر کے اوپر سے گزر گئیں تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔جارج بش کی اپنی سمجھ، انگلش کی گرامر اور کمپوزیشن بھی خاصی کمزور ہے۔چنانچہ ہمارے پاکستانی صدر محترم صاحب کو بھی کسی جگہ انگلش میں اپنے خیالات وجذبات کو تحریر کرتے وقت خطا ہو جانے پر قطعی پریشان نہ ہونا چاہیے۔دشمنوں نے مزارِقائد پر ان کی حاضری کے وقت رجسٹر پر ریکارڈ کیے جانے والے چند جملے اڑا لیے ہیں۔مگر ہم تمام تر سنجیدگی سے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہے، کسی اور زبان میں تحریر کا نہ تو کوئی اثبات ہے، اور نہ ہی اس میں کسی ہجے وغیرہ کی غلطی کوئی معنی رکھتی ہے۔ہم نے خود اچھے اچھے امریکی اور پاکستانی اخبارات کی رپورٹوں میں ہجوں اور گرامر کی غلطیاں دیکھی ہیں۔ چنانچہ ایسے معاملات کا دفاع کرنا ضروری نہیں، اور قومی زبان کا استعمال اس کا بہترین علاج ہے۔

اسی طرح ہمارے صدر صاحب، بش ازم کی طرح ہر جگہ جمہوریت کا زبانی کلامی سہارا لیتے ہیں، جسے آصفیت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ہر مسئلہ اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جمہوریت ہی سب سے بڑا انتقام ہے (چاہے متذکرہ معاملہ کسی انتقامی کارروائی کا متقاضی ہو یا نہ ہو!)، جمہوریت ہی سب سے بڑی قوت ہے، کشمیر کا مسئلہ بھی اب عوامی قوت ہی حل کرے گی، الخ۔مگر پاکستانی عوام پر یہ رمز نہیں کھلتا کہ یہ جمہوریت پائی کہاں جاتی ہے۔موجودہ رہنما بھی ایک خاندانی وصیت کے سہارے تخت پر براجمان ہیں، نہ کہ کسی ایسے سخت امتحانی جمہوری عمل سے جس سے امریکی رہنما گزرتے ہیں۔ سال بھر تک ایسا بحث ومباحثہ ہوتا ہے، مخالفین کے درمیان، کہ ان کی

صلاحیتوں کی تمام تر قلعی کھل جاتی ہے۔ اگر پاکستانی جمہوریت کا گھر پارلیمان ہے تو وہ گھر خالی ہے۔ اور وہ ایک مشہور کہاوت ہے کہ، خانہ ٔخالی را دیومی گیرد۔ خالی گھر پر دیو اور جنات وغیرہ قبضہ کر لیتے ہیں۔ اگر پارلیمانی ایوان اسی طرح اکثر بھائیں، بھائیں کرتا رہا تو پاکستان میں جناتی جمہوریت کا رواج ہو جائے گا۔

اب نئی حکومت کو زمام اقتدار سنبھالے ہوئے خاصہ عرصہ گزر گیا ہے، اور اب ہمارے وزیراعظم، اور جناب صدر محترم کو جہاز اڑانے اور اتارنے کی دونوں کتابوں کو بیک وقت پڑھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو جانا چاہیے، نا کہ صرف شہید محترمہ کی تصویر کی پوجا کرتے، جمہوری بچہ جمورا بنے رہیں، اور عملی طور پر محترمہ کی پالیسیوں اور حامیوں، اور خیالات کی نفی کرتے رہیں۔ جیسا کہ عدلیہ کی بلا داغ بحالی، سینئر معزز پارٹی رہنماؤں کی عملی واپسی، پاکستانی سرحدوں کا پرعزم اور بے خوف دفاع، اور اپنے عوام، بشمول قبائلی عوام کے جان و مال کی حفاظت کے لیے عملی اقدامات کرنا ہیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جمہوری ممالک میں ہر بڑی سیاسی پارٹی قومی امور پر اپنے موقف کا کھل کر اظہار کرتی ہے، اور برسر اقتدار آتے ہی فوری طور پر اپنی پہلے سے اعلان کردہ نئی پالیسیاں نافذ کر دیتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ ابھی ہمیں آئے ہوئے دن ہی کتنے گزرے ہیں۔۔۔۔ ذرا چھری تلے دم تو لے لینے دو، ظالمو۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اب حکومت پارلیمانی نظام کو چلنے دے، اور صدارتی عہدہ کو علامتی ہی رہنے دے۔ اسی طرح پاکستان پیپلز پارٹی اپنی شہید رہنما کو اس طرح بہتر طریقہ پر خراج عقیدت پیش کر سکتی ہے کہ وہ بجائے موجودہ سہولیات کے تبدیلیٔ نام کے جذباتی اعلانات کے، صرف ٹھوس نئے ترقیاتی منصوبے بنا کر ان کو محترمہ کے نام سے نا صرف منسوب کرے، بلکہ دن رات جدوجہد، محنت کر کے انہیں پایۂ تکمیل تک بھی پہنچائے۔ کالا باغ ڈیم تعمیر کر کے اسے ضرور ایک بے نظیر ڈیم کا نام دے، پاکستانی عوام کے خشک گلوں کو تر، اور وسیع پیمانہ پر بنجر زمینوں کو سیراب کر کے زرعی اور غذائی اور سماجی انقلاب کی بنیاد رکھ دے (اس ضمن میں سندھیوں اور بلوچیوں کو بھی بالائی پاکستان کے علاقوں میں نو آبادگار کا درجہ دے کر انہیں ویسے ہی نئی نویلی نہری زمینیں الاٹ کی جائیں جیسا کہ اسکندر مرزا اور ایوب خان کے زمانہ میں 1957 میں سندھ میں گدو سکھر بیراج بنانے کے وقت کیا گیا تھا، تا کہ اس مرتبہ ان کے آنسو پوچھنے کے کچھ اسباب ہو سکیں، اور عام سندھیوں کی اس ضمن میں مزاحمت کم ہو جائے، اور ایسی زمینوں پر قانونی طور پر صرف عام شہریوں کو ملکیت دی جائے، اور جوانوں کے علاوہ کسی بھی اعلیٰ فوجی افسر کو زمین الاٹ نہ کی جائے)، قبائلی علاقوں میں پس منظر میں متحرک پاکستان دشمنوں کو بے نقاب کرے، عوام کو اس بارے میں آگاہ کرے، اور دوست نما دشمنوں کو بھی پاکستانی سرحدوں سے دور رکھنے کی سعی کرے، اور ملکی ترقی کے دور رس منصوبے تیار کرے۔ اور پاکستانی قوم کو یہ کہہ کر نہ پچھتانا پڑے، اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

☆

اتوار: 28 ستمبر 2008 (ورژن 1.1)

حکمت و دانش کو پوشیدہ رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی خزانہ کو تاریکیوں میں چھپا دینا۔۔۔ چینی کہاوت

(c) 2008 Justuju Media - All Rights Reserved

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

The Intellectual Property Rights are asserted under the Pakistani and International Copyright Laws -- The writer and the syndicating agency, Justuju Media, hereby grant a permission for printing and reproduction of this article under a "Fair usage" non commercial universal license